حالات وواقعات

خورشید احمد ندیم

اُسامہ

یہ خبر نہیں، اداسی کی ایک لہر تھی جس نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پہلا ردِعمل ایک جملہ تھا : اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ایک دنیا مدت سے موت بن کر اُس کی تلاش میں تھی۔ تورہ بورہ کا مقتل، افغانستان کے صحرا، پاکستان کی وادیاں، کہاں کہاں اُس کا پیچھا نہیں کیا گیا۔ لیکن اسے کب اور کہاں مرنا ہے، یہ صرف عالم کا پروردگار جانتا تھا۔ اِس کی خبر تو اس نے پیغمبروں کو بھی نہیں دی۔ وہ وقت آیا تو اسامہ کو موت کے حوالے کر دیا گیا۔ لا ریب، ہم سب کو مرنا ہے اور ہم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔

موت کسی کی بھی، مجھے اداس کر دیتی ہے۔ اِس موت کی اداسی مگر دوگنا تھی۔ ایک اس کا رنج کہ ایک مسلمان مارا گیا۔ دوسرا اس کا دکھ کہ ایسے عزم اور حوصلے والا، اگر اپنی صلاحیتوں کو اس امت کی فلاح کے لیے صرف کر دیتا تو اس زمین کے کتنے صحراؤں کو گلزار بنا سکتا تھا۔ جس نے امریکا کو چیلنج کیا، اگر پہلے ہمارے افلاس کو مخاطب بناتا تو ہم اغیار کی دریوزہ گری سے نکل آتے۔ اگر ہماری جہالت کو اپنا ہدف بناتا تو دنیا طلب علم کے لیے واشنگٹن اور کیمبرج کے بجائے کابل اور اسلام آباد کا رخ کرتی۔ جب ہم علم اور مادی وسائل میں خود کفیل ہوتے تو غلامی کی زنجیریں ٹوٹتیں۔ ہم اپنے فیصلے خود کرتے اور ہمارے شہر قتل گاہوں میں تبدیل نہ ہوتے۔ جو امریکا کے خلاف جہاد کے لیے ایک ولولہ تازہ دے سکتا تھا، وہ جہالت اور غربت کے خلاف جہاد کے لیے بھی مجاہدین کے لشکر تیار کر سکتا تھا۔ کاش ایسا ہو سکتا۔ صرف افغانستان ہی اگر تعمیر کا نمونہ بن جاتا تو ہم دنیا کو دکھاتے کہ مسلمان کس طرح ایک نئی دنیا کی تعمیر کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ صد افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ میرے لیے یہ ایک مسلمان بھائی کی موت ہی نہیں، ایک ایسے حوصلے کی بھی موت ہے جو بدقسمتی سے مسلمانوں اور دنیا کے لیے تباہی کا پیغام بن گیا۔

اسامہ رخصت ہوئے۔ اب ان کا معاملہ ان کے پروردگار کے پاس ہے۔ لیکن وہ ہمارے لیے بہت سے سوال چھوڑ گئے، ہمیں جن کے جواب تلاش کرنے ہیں۔ یہ سوال ہیں کیا؟

☆ عہدِ حاضر میں اگر مسلمانوں کو وقار کے ساتھ جینا ہے تو اس کی حکمتِ عملی کیا ہونی چاہیے؟

☆ علم کے بغیر، جس کا ایک مظہر سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت ہے، کیا کوئی معرکہ سر کیا جا سکتا ہے؟

☆ اگر امریکا بطور عالمی قوت ختم ہو جائے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ ہمارے لیے کوئی نیا سامراج وجود میں نہیں آئے گا؟

☆ اس دور میں جارح کے خلاف جنگ کیا محض جذبے کے ساتھ جیتی جا سکتی ہے جب کہ وسائل میں غیر معمولی فرق ہو؟

☆ اس عسکریت پسندی نے ہمیں کیا دیا؟ مسلمان ملکوں کو مقتل بنانے میں اس سوچ کا کتنا دخل ہے اور کیا یہ کوئی کامیابی ہے؟

☆ اگر اس مہم جوئی کے نتیجے میں ایک مسلمان بھی بے گناہ مارا گیا تو اس کی جان کا وبال کس کے سر ہے؟ کیا ہمارے پاس کوئی ایسا جواب موجود ہے جو ہم اپنے رب کے حضور میں پیش کر سکیں؟

☆ ۹/۱۱ کے بعد مسلمانوں کا کتنا نقصان ہوا ہے اور امریکا کا کتنا؟

☆ کیا القاعدہ اور بلیک واٹر کی سرگرمیوں کے مابین کوئی واضح حدِ فاصل تلاش کی جا سکتی ہے؟ تحریک طالبان پاکستان کیا ہے؟ القاعدہ، بلیک واٹر یا ایک واہمہ؟

☆ کیا ہم کسی دوسری ایسی مزاحمتی تحریک کا تصور کر سکتے ہیں جس کی بنیاد مسلمان معاشروں کی تعمیر ہو اور جس میں خسارہ نہ ہونے کے برابر ہو، تاہم اس کے نتیجے میں ہم اغیار کے اثر ورسوخ کا خاتمہ کر سکیں؟

ہم نہیں جانتے کتنے باعزم اور حوصلے والے جوان اب بھی اس راستے پر چل رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں انہیں امریکی وحشت اور بربریت سے بچانا ہے۔ اس کے ساتھ ان کی صلاحیتوں کو امت کے لیے مفید بنانا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ان سوالات پر غور کیا جائے اور ایک ایسی حکمت عملی اختیار کی جائے جس میں ہمارے قیمتی لوگ محفوظ رہیں اور ہم ان کی صلاحیتوں سے بہتر فائدہ اٹھا سکیں۔

مجھے دکھ اس کا بھی ہے کہ ایک مسلمان کی جان ہی نہیں گئی، اس کے ساتھ ہمارے اس اعتبار کا جنازہ بھی اٹھ گیا جو ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے دنیا میں ہماری پہچان ہونا چاہیے تھا۔ ہم برسوں سے ساری دنیا کو یہ کہتے رہے کہ اسامہ یا ان سے متعلق لوگ پاکستان میں نہیں ہیں۔ اب ایک تو امریکیوں نے اسامہ کو ہماری سرزمین سے تلاش کر لیا اور دوسرا یہ کہ ہماری مکمل لاعلمی میں انہوں نے عین ہماری ناک کے نیچے ایک آپریشن کیا اور ہم بے خبر رہے۔ جب امریکی یہ آپریشن کر رہے تھے، ہماری فوج کے سپریم کمانڈر اور صدر مملکت سیاسی جوڑ توڑ میں مصروف تھے جب کہ ہمارے سپہ سالار بھی اسی سیاسی قضیے میں کسی دوسرے کا دکھڑا سن رہے تھے۔ اب ایک طرف عالمی برادری میں ہمارا وقار شکوک کی زد میں ہے اور دوسری طرف بیرونی جارحیت سے محفوظ رکھنے کی ریاستی صلاحیت کے بارے میں بھی سوال اٹھ رہے ہیں۔ یہ معمولی صدمہ نہیں اور اس سے میرے دکھ میں تشویش بھی شامل ہو گئی ہے۔

زندہ افراد کی نشانی یہ ہے کہ وہ حادثات سے سیکھتے ہیں۔ یہ جو کچھ ہوا، نہ تو اچانک ہوا اور نہ ہی یہ غیر متوقع تھا۔ اس کالم میں بارہا اس کی طرف توجہ دلائی جاتی رہی۔ مجھے یہ زعم نہیں کہ پالیسی ساز اس کالم سے کوئی راہنمائی لیتے ہیں اور نہ ہی کسی کو زبردستی مشورہ دیا جا سکتا ہے۔ ہم جیسے لوگ تو تاریخ کے سامنے اپنی گواہی پیش کر دیتے ہیں۔ یہ رب کے حضور میں ہماری معذرت ہوگی کہ ہم نے جو سمجھا، اس کے مطابق لوگوں کو خبر دار کر دیا اور یوں بساط بھر 'انذار' کا فریضہ سرانجام دیا۔ آج ایک بار پھر میں نے یہ اپنا دکھ ریاست کے ذمہ داران اور فکرِ اسامہ کے متاثرین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ یہ ایک عجیب کیفیت کا اظہار ہے جب دکھ اور تشویش باہم گلے مل رہے ہیں۔ دکھ اس کا کہ اسامہ جیسا حوصلہ مند ایک فکری غلطی کی نذر ہو گیا اور تشویش اس کی کہ عالمی سطح پر ہمارے وقار کا کیا ہوگا۔ اگر ہمارے اربابِ حل وعقد اور احیائے امت کے علمبرداروں نے اب بھی اپنی سوچ پر نظر ثانی نہ کی تو اس امت کا کیا بنے گا؟ اہدنا الصراط المستقیم!

(بشکریہ روزنامہ اوصاف)